نظامِ معاشرت

تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روشنی

پروفیسر ڈاکٹر کہکشاں ہاشمی
شعبہ اسلامیات
وفاقی اردو یونیورسٹی برائے فنون سائنس اور ٹیکنالوجی، گلشن کیمپس، کراچی

ABSTRACT

It is quite difficult to write something extensively about the moral and spiritual qualities of our Prophet Muhammad (SAWW) under such a short headline. He set the examples that are unmatched in the annals of world history. His personality exudes affection and unity for the people, more than awe and majestic. Once the Prophet (SAWW) said:

"Don't be afraid of me. I am not a king. I am the son of a poor woman from Quraish who used to eat dried meat".

This was the period when he was the most powerful person among his people. He used to distribute the wealth to the common Muslims and lived austerely. Everybody was equal in his eyes and he never caused anguish to anyone.

His influence on the people is no less than a miracle. Anyone who met him once became his disciple and found boundless love and affection from the Prophet (SAWW).

Today, we need more than anytime, to adhere to the

Sunnah of our dear Prophet (SAWW) . Our love for him could be real unless we practice what he said and did during his lifetime

تمہید:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ (۱)

اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اسی سے اس کی بیوی پیدا کی، اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں (دنیا میں) پھیلا دیئے۔ اور اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حقوق مانگتے ہو، اور رشتہ داریوں (کی حق تلفی سے) ڈرو۔ (۲)

اس آیت کریمہ میں اللہ سے ڈرنے کا حکم ہے اس باب میں کہ اس نے تم کو ایک جان (آدم) پھر اس نے ایک جوڑا بنانے کے لیے (حوا) کو پیدا کیا پھر توالدو تناسل کا سلسلہ جاری کر کے ان سے بے شمار آدم وحوا بنا دیے تو پھر تم کسی بات پر فخر وغرور کرتے ہو جب کہ تمہاری اصل و نسل ایک ہی شخص سے ہے پھر یہ کہ جس قدر آدم وحوا تخلیق ہوئے ان میں آپس میں رشتہ داریاں، تعلق ونسب وقرابت داری ٹھہری لہٰذا ان رشتوں کا خیال کرو اور ایک ہی خاندان کے فرد ہوتے ہوئے ایک دوسرے کی حق تلفی نہ کرو بلکہ صلہ رحمی کرو تعلق داری رکھو کہ اللہ کا خوف اس میں مضمر ہے کیونکہ اللہ صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔

عبدالماجد دریا آبادی رحمۃ اللہ علیہ اس ضمن میں یوں رقم طراز ہیں۔

الارحام کا عطف اللہ پر ہے یہ ہے قرابت داری اور رشتہ داری کی اہمیت اسلام میں حقیقت میں اللہ کے نظام اجتماعی کا سنگ بنیاد شریعت نے قرابت یا رحم ہی قرار دیا ہے، رحم کا اطلاق وسیع ہے جملہ اعزہ و اقربا اس کے اندر آجاتے ہیں۔ (۳)

اس آیت کریمہ سے یہ معلوم ہوا کہ خاندان پہلا معاشرتی ادارہ ہے اور عورت اس ادارے کا سنگ بنیاد ہے پھر تشکیل معاشرہ کے لیے پہلی بنیاد صلہ رحمی کو قرار دیا گیا یعنی یہ دو اولین بنیادیں ہی معاشرے کی مکمل بنیادیں ہیں اور اس میں اولیت عورت کو حاصل ہے۔ خلافت ارضی کا تصور

فطری رجحان اور ماحول کے تقاضوں اور اس کے مناظر کی نہ صرف عکاسی کرتا ہے بلکہ اس کی دلکشی میں اضافے کا سبب بھی ہے۔ مطالعہ قرآن سے یہ بات بھی مترشح ہوتی ہے کہ انسان کی تخلیق محض ایک فرد کے طور پر نہیں کی گئی بلکہ اس کی فطرت میں اجتماعیت واتحاد اور مرکز کا شعور وتصور ودیعت کیا گیا ہے اور اجتماعیت ہی کی بنیاد پر احتیاجات کو انسان کی شخصیت کا حصہ بنایا گیا ہے اور اجتماعیت کی پہلی اکائی یعنی میاں بیوی کے تعلق کا شعور بخشا پھر خاندان کی وحدت سے متعلق اجزا کی اہمیت کا ادراک کیا اور ان اجزا کو مضبوط ومربوط اور قائم ودائم رکھنے کے احکامات دیے اسلامی نقطہ نظر سے اجتماعیت انسان کا فطری داعیہ ہے جسے اللہ نے ذات انسانی میں ودیعت کیا ہے حکمت تعلقات مرد وزن کو قرآن کریم میں یوں بیان کیا گیا ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ (۴)

اور اس کی ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تم میں سے بیویاں پیدا کیں، تاکہ تم ان کے پاس جاکر سکون حاصل کرو، اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت کے جذبات رکھ دیے، (۵)

اسلام سے قبل کا معاشرہ:

عرب لوگوں کی زندگی کا دارومدار تیغ آزمائی پر تھا، وہ ایسی ہی فضا میں پلتے تھے اس لیے خوانخواری اور سفاکی ان کی فطرت ثانیہ بن گئی تھی ان کے دن رات کے چوبیں گھنٹے باہمی جنگ وقتال میں صرف ہوتے تھے اور ذرا سی بات پر تلوار میان سے تڑپ کر نکلتی تھی اور دم بھر میں لاشوں کے پشتے لگ جاتے تھے ان حالات میں انسان کی خون کی پاکیزگی کا کسے خیال آسکتا تھا اس کے علاوہ لڑکیوں کو زندہ درگور کردینا شراب اور عیاشی کی گود میں زندگی بسر کرنا ایسے واقعات ہیں جن پر تاریخ عالم کے اوراق گواہ ہیں مولانا حالی علیہ الرحمہ نے اس صورت حال کا نقشہ ان موثر الفاظ میں کھینچا ہے

جوا ان کی دن رات کی دل لگی تھی　　شراب ان کی گھٹی میں گویا پڑی تھی (۶)
تعیش تھا، غفلت تھی، دیوانگی تھی　　غرض ہر طرح ان کی حالت بری تھی (۷)

روئے زمین پر اس وقت کوئی ایسی طاقت نہ تھی جو گرتی ہوئی انسانیت کا ہاتھ پکڑ سکے اور ہلاکت کے غار میں گرنے سے روک سکے۔ نشیب کی طرف جاتے ہوئے روز بروز اس کی رفتار میں تیزی پیدا ہو رہی تھی۔ انسان اس صدی میں خدا فراموش ہو کر کامل طور پر خود فراموش بن چکا تھا وہ

اپنے انجام سے بالکل بے خبر اور برے بھلے کی تمیز سے قطعاً محروم ہو چکا تھا۔ پیغمبروں کی دعوت کی آواز عرصہ ہوا دب چکی تھی جن چراغوں کو یہ حضرات روشن کر گئے تھے وہ ہواؤں کے طوفان میں بجھ چکے تھے یا اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں اس طرح ٹمٹمار ہے تھے۔

جاہلی معاشرہ میں عورت کے ساتھ ظلم و بدسلوکی عام طور سے روا سمجھی جاتی تھی اس کا مال مرد اپنا مال سمجھتے وہ ترکہ اور میراث میں کچھ حصہ نہ پاتی۔ شوہر کے مرنے یا طلاق دینے کے بعد اس کی اجازت نہیں تھی کہ وہ اپنی پسند سے دوسرا نکاح کر سکے۔ دوسرے سامان اور حیوانات کی طرح وہ بھی وراثت میں منتقل ہوتی رہتی تھی۔ (۸)

مرد تو اپنا پورا پورا حق وصول کرتا لیکن عورت اپنے حقوق سے مستفید نہیں ہو سکتی تھی کھانے میں بہت سی ایسی چیزیں تھیں جو مردوں کے لیے خاص تھیں اور عورتیں ان سے محروم تھیں (۹)

بعض اوقات کسی سفر یا مشغولیت کی وجہ سے لڑکی سیانی ہو جاتی اور دفن کرنے کی نوبت نہ آتی جاہل باپ دھوکہ دے کر اس کو لے جاتا اور بڑی بے دردی سے اس کو زندہ درگور کرتا (۱۰)۔

عربی معاشرہ مختلف طبقات اور الگ الگ حیثیت کے خاندانوں اور گھرانوں پر مشتمل تھا۔ ایک خاندان دوسرے سے اپنے کو بلند و برتر سمجھتا تھا۔ بعض خاندان دوسرے خاندانوں یا عام انسانوں کے ساتھ بہت سی رسوم و عادات میں شرکت نہیں کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حج کے بعض مناسک میں قریش عام حجاج سے الگ اور ممتاز رہتے تھے وہ عرفات میں عام لوگوں کے ساتھ ٹھہرنا عار کی بات سمجھتے تھے۔ آنے جانے میں پیش قدمی کرتے تھے (۱۱)۔

ایک طبقہ پیدائشی آقاؤں کا تھا اور ایک طبقہ کم حیثیت لوگوں کا جس سے بیگار لیا جاتا اور کام پر لگایا جاتا۔

عرب فطرتاً جنگجو واقع ہوئے تھے، ان کی صحرائی اور غیر متمدن زندگی کا تقاضا بھی یہی تھا۔ جنگ ان کے لیے زندگی کی ایک ضرورت سے آگے بڑھ کر تفریح اور دل بستگی کا سامان بن کر رہ گئی جس کے بغیر ان کا جینا مشکل تھا۔ ایک شاعر فخریہ کہتا ہے کہ۔

> اگر ہم کو کوئی حریف قبیلہ نہیں ملتا تو اس خواہش کی تسکین کے لیے ہم اپنے برادر و حلیف قبیلہ پر حملہ کر دیتے ہیں (۱۲)۔

ایک عرب شاعر دعا کرتا ہے کہ:

> "میرا گھوڑا سواری کے قابل ہو جائے تو اللہ قبائل میں جنگ کی آگ

بھڑکا دے تاکہ مجھے اپنے گھوڑے اور اپنی تلوار کے جوہر دکھانے کا موقع ملے'' (۱۳)

اک مہر جہاں تاب ابھرتا ہے حرم سے۔

قانون قدرت ہے کہ جب موسم خزاں میں درختوں کے پتے خشک ہوکر جھڑ جاتے ہیں تو بہار کی دلفریب ہوائیں بھی بہت دور نہیں ہوتیں اور نظر آتا ہے کہ مردہ درختوں کے جسم سے لہلہاتی ہوئی کونپلیں پھوٹتی ہیں اور قدرت پھر ایک دفعہ دلفریب دلہن کی طرح حسن کی آرائشوں سے مالا مال ہوجاتی ہیں۔

جب عرب گمراہی کی ضلالتوں میں ٹھوکریں کھا رہا تھا اللہ تعالٰی کے فضل نے ایک ایسے سورج کو طلوع کیا جس کی درخشانی اور تابانی نے تاریک ترین راہگزروں کو بھی بقعۂ نور بنا دیا یعنی ۲۲ اپریل ۵۷۱ء کو مکہ میں آفتاب رسالت طلوع ہوا۔

حضور پرنور کا یوم ولادت باسعادت ہے، تقاضا یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو داخلی اور خارجی طور سے سارے عالم میں پھیلایا جائے اگرچہ چودہ صدیاں گزر کر اب اسلام پندرہویں صدی میں داخل ہو چکا لیکن دنیا کو اور خود عالم اسلام کو نبوی رشد و ہدایت علم و حکمت، تدبیر ملک داری اور نظام معاشرت کی بالکل اسی طرح ضرورت ہے جس طرح ظہور قدسی کے وقت تھی کیونکہ آپ تاقیامت بشیر بھی ہیں اور نذیر بھی چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں دین خیر خواہی کا نام ہے اس لیے اس خیر خواہی کے ساتھ یہ امر لازم ہوجاتا ہے کہ مذکورہ سعادتوں کو تمام عالم میں پھیلا دیا جائے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ میں پوشیدہ ہے تاکہ انسان فلاح، راحت اور اطمینان حاصل کر سکے۔

نبوی ریاست کا قیام:

ریاست یا مملکت کے لیے انگریزی زبان میں اسٹیٹ کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یونانی زبان کے لفظ (STATUS) سے ماخوذ ہے (۱۴) اس لفظ کے بنیادی مفہوم میں حالت قائمہ اور ماحول داخل ہے۔

البتہ ایک مخصوص سیاسی ھیئت یا حکومت یا منظم سیاسی شخصیت کے معنی میں تاریخی طور پر اس لفظ کا استعمال سولہوی صدی عیسوی (۱۵۳۸ء) میں شروع ہوا اور اس کے تضمنات کی تکمیل غالباً اٹھارویں صدی عیسوی ۱۶۰۱ء تک ہوئی (۱۵)۔

یہی وجہ ہے کہ اس سے پہلے اسٹیٹ کا مفہوم ادا کرنے کے لیے دوسرے الفاظ کا سہارا

لیا جاتا تھا چنانچہ یونانیوں کے یہاں بالعموم نوئیس کا (nonis) کا لفظ مستعمل رہا جس کے لفظی معنی شہر (CITY) کے ہیں یہ اس امر کی علامت ہے کہ ان کا تصور ریاست شہر پر مبنی اور انتہائی محدود تھا(۱۶)۔

اور اس سے محض ایک ''میونسپل ریاست کا تصور قائم ہوتا تھا نا کہ ایک قومی ملکی ریاست کا(۱۷)۔

رومیوں نے ریاست کے مفہوم کو سیویٹانس (CIVTAS) کے ذریعے نسبتاً وسعت کے ساتھ ظاہر کیا کہ رومیوں کے ہاں ایک دوسرا لفظ ریس پبلیکا (Respublica) بھی ملتا ہے جو ریاست کے مفہوم پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اس سے نہ صرف شہریت بلکہ ریس پوپلی (Respopuli) یعنی ایک قوم اور اس قوم کے مفادات کی طرف بھی نشاندہی ہوتی ہے(۱۸)۔

ماہر عمرانیات نے اسے ایک خالص معاشرتی ادارہ قرار دیا۔ فقہاء اور قانون دان طبقہ نے اسے ایک قانونی ادارہ سمجھا۔ اس کی تائید ارسطو، سرو گروش، بودین، ہالینڈ، ہال، برجیس، بلنٹشلے، اسمین، ڈرگٹ، مالبرگ، فلیمور، بوسانکے، ہیگل کے نظریات کی تعریف سے بخوبی ہوجاتی ہے(۱۹)۔

یہاں یہ حقیقت بھلائی نہیں جاسکتی کہ کوئی بھی سیاسی نظریہ یا عمل اپنے دور کے مخصوص حالات سے الگ نہیں کیا جاسکتا(۲۰)۔

جملہ تفریقات کی روشنی میں ریاست کا اطلاق سیاسی ماحول، سیاسی تنظیم، سیاسی اقتدار کی مختلف اشکال، تمام سیاسی سرگرمیوں، شخصیات اور ہر اس چیز پر کیا جاسکتا ہے جو حکومت سے متعلق ہو یا کسی ملک کی با اختیار سیاسی قوت سے مربوط و متعلق ہو(۲۱)۔

نبوی ریاست کے عناصر ترکیبی:

ریاست کے چار عناصر ترکیبی ایسے ہیں جن پر علمائے سیاسیات زیادہ تر متفق نظر آتے ہیں ان کے نزدیک ان عناصر کا وجود ایک ریاست کی تشکیل و ترتیب کے لیے لازمی ہے آبادی رقبہ، حکومت اور اقتدار اعلیٰ (۲۲)۔

ریاست ایک منظم معاشرہ کا نام ہے اور یہ اس وقت وجود پذیر ہوتا ہے جب ایک طرف افراد پر اقتدار قائم کرنے اور دوسری طرف افراد کی جانب سے اطاعت کرنے کا دوگونہ رابطہ عمل میں آجائے اور اطاعت کا امر واقع ہونا اس بات کو لازمی کرتا ہے کہ ریاست وجود میں آگئی۔

بحیثیت خاتم النبین حضور اکرم کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ بین الاقوامی سطح پر پوری انسانیت کے لیے ایک ایسا دستور اور اجتماعی نظام مرتب کیا جائے جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہو

اور جس کے ذریعے فرد، معاشرہ اور اقوام عروج اور ترقی کی منزلیں طے کرسکیں یہ جامع دستور کامل دین اور مکمل نظام جو ہر خطہ زمین اور ہر زمانہ کے لیے کار آمد اور قابل عمل ہے اور جس کے اختیار کیے بغیر انسانیت کی ترقی وخوشحالی ممکن نہیں یہ حضور اکرم ﷺ کے واسطے سے عطا کیا گیا کہ ایسا دین کسی ایسے ہی پیغمبر پر اتارا جاسکتا تھا جو جامع کامل اور مکمل شخصیت کا مالک ہو۔

اس جامع کمالات اور بے مثال شخصیت کا تعارف کرانے کے لیے شاہ ولی اللہ دہلوی لکھتے ہیں: حضور اکرم ﷺ کی شخصیت اور مقام نبوت کا اندازہ لگانے کے لیے مناسب ہوگا کہ آپؐ کی شخصیت میں چار قسم کی شخصیتوں کا تصور کریں جو تن واحد میں جمع کردی گئی ہیں۔ ایک شخصیت بادشاہ عادل کی ہو جو بالطبع شاہ عالم ہو اور جس کے اندر اس قدر جذب کی کیفیت ہو کہ اس کے پرتو سے لوگوں میں اتحاد و اتفاق روز بروز ترقی پزیر ہو اور لوگوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے یگانگت، الفت اور مودت پیدا ہو(۲۳)۔

اللہ تعالیٰ نے اس کیفیت کو امت مسلمہ پر اپنا خاص احسان بتایا، تاریخ انسانی کا ایک ایسا انقلاب ہے جس کی نظیر نہ ماضی میں تلاش کی جاسکتی ہے اور نہ آئندہ کبھی دنیا پیش کرسکے گی اس لیے کہ دنیا میں اب ایسی شخصیت کا ظہور نہیں ہوگا جو ان صفات کی حامل ہو جو حضورؐ کی ذات اقدس میں جمع کردی گئی تھیں۔

سادگی واخلاقی اصلاح:

نظام معاشرت کی اولین ترجیح اخلاقی اصلاح ہیں اور اخلاقی اصلاح میں سب سے پہلے جس کو فوقیت دی جاتی ہے وہ سادگی ہے جو کسی بھی معاشرے کو سدھار سکتی ہے نمود ونمائش سے پاک کرسکتی ہے اور معاشرے کے اندر انقلاب پیدا کرسکتی ہے اور وہ انقلاب ہمیں سیرت مبارکہ میں ملتا ہے۔ ہمارے آقا ومولا جناب سرکار کونین صلی اللہ علیہ وسلم جو دنیا اور آخرت کے بے تاج بادشاہ ہیں، اس بادشاہ کی زندگی سادہ تھی۔ جب کچھ نہیں تھا تو دل غنی جب خدا کی عنایت سے سب عطا ہوگیا تب بھی نمود ونمائش تصنع چھو نہ سکی۔

اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ۝ (۲۴)

مال اور اولاد دنیوی زندگی کی زینت ہیں، اور جو نیکیاں پائیدار رہنے والی ہیں، وہ تمہارے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں، اور امید وابستہ کرنے کے لیے بھی بہتر۔(۲۵)

سرکار جس طرح بچپن میں بکریاں چراتے تھے ایسے ہی نبوت اور سلطنت مل جانے کے بعد بھی۔ آپ نے اپنے ذاتی کام کے لیے کبھی اپنے خدام کو تکلیف نہ دی ہمیشہ اپنا سب کام اپنے ہاتھوں سے کیا۔

کئی بار ایسا اتفاق ہوا کہ کسی نے بے احتیاطی اور لاپرواہی سے مسجد میں تھوک دیا یا ناک صاف کی تو گو آپ کو بہت برا لگا مگر آپ نے اپنے ہاتھ سے خود صاف کیا اور فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھنے کو کھڑا ہوتا ہے تو گویا وہ اپنے معبود سے سرگوشی کرتا ہے اور اس کا پروردگار اس کے اور قبلے کے بیچ میں ہوتا ہے (۲۶)۔

کھانے میں آنجناب کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ آپ کی غذا عموماً جو کی روٹی ہوتی تھی (۲۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب سرور کائنات کی حیات میں دو دن آپ کو آپ کے اہل وعیال کو پیٹ بھر کی جو کی روٹی نہیں ملی۔ ملبوسات میں آنحضرت کا لباس قمیض، چادر، تہبند یا ازار اور عمامہ تھا یہ سب چیزیں معمولی قسم کے کپڑے کی ہوتی تھیں آپ کے آرام فرمانے کی یہ کیفیت تھی کہ حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ آنجناب کا بستر آپ کے گھر میں کس چیز کا تھا انھوں نے فرمایا کہ ''ادھوڑی کا جس میں کچھ کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔''

یہ تھا میرے سرکار کی طرز زندگی کا مختصر سا خاکہ آپ اپنے عزیز واقارب اور خاص کر خاتون جنت چہیتی صاحبزادی سیدہ فاطمہؓ کو نصیحت فرما رہے ہیں کہ ایک بار حضرت فاطمہؓ نے سنا کہ بابا جان کے پاس غلام ہے چکی پیستے پیستے چھالے پڑ گئے تھے ان میں تکلیف تھی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اتفاق سے آپ تشریف نہ رکھتے تھے۔ حضرت عائشہؓ سے ذکر کیا۔ ان کو اور حضرت علی کو بٹھا کر فرمایا میں تم کو ایسی بات نہ بتادوں جو اس چیز سے بہتر ہو جو تم مانگتی ہو یہ تمہارے لیے خادم سے بہتر ہے۔

آپ نے ترکہ میں صرف اپنے ہتھیار، ایک خچر اور تھوڑی سی مملوکہ زمین کے سوا کچھ نہیں چھوڑا اور ان اشیا کو بھی ارشاد فرمایا کہ یہ خیرات کردی جائیں۔

حسن معاشرت اور خوش خلقی:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: سرکار دو جہاں بے انتہا خوش خلق تھے ایک بار ایسا اتفاق ہوا کہ آپ نے مجھے کہیں جانے کا حکم دیا مگر میں نے جانے سے انکار کیا گویا میرے دل میں تھا کہ سرور کائنات نے ارشاد فرمایا ہے اس لیے جاؤں گا پھر میں نکلا یہاں تک کہ میرا گذر چند بچوں پر ہوا

جو بازار میں کھیل رہے تھے وہاں آپ نے پیچھے سے آ کر میری گردن پکڑ لی میں نے مڑ کر دیکھا تو آپ مسکرا رہے تھے آپ نے فرمایا کہ کیوں انس جہاں میں نے تم کو بھیجا تھا تم وہاں گئے تھے میں نے عرض کیا یا رسول میں جا رہا ہوں، آپ کے اخلاق کی یہ کیفیت تھی کہ مدینہ میں لوگ اکثر صبح ہی پانی لے کر آپ کی خدمت میں آتے تاکہ آپ نماز صبح سے فارغ ہو کر اس میں برکت کے لیے ہاتھ ڈال دیں تو خواہ کیسی ہی سردی کیوں نہ ہوتی مگر آپ ہرگز ان برتنوں میں ہاتھ ڈالنے سے دریغ نہ فرماتے تھے۔ اگر کسی لونڈی کو بھی کچھ ضرورت ہوتی تو ہاتھ پکڑ کر جہاں چاہتی لے جاتی اور آپ کبھی جانے میں تامل نہ فرماتے۔ اور آپ خود طبعاً اور فطرۃً اپنے اہلبیت پر نہایت مہربان اور بے انتہا شفیق تھے۔ عین شباب میں آپ کی شادی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سن کہولت کو پہنچ چکی تھیں اور عمر میں آپ سے ۱۵ سال بڑی تھیں لیکن ان باتوں کے باوجود بھی آپ کا پچیس برس کا ساتھ حسن معاشرت کا ایک بے مثل نمونہ ہے حضرت عائشہ تمام ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ محبوب اور منظور نظر تھیں لیکن آپ کی یہ محبت وشفقت کسی ایک کے لیے مخصوص نہ تھی بلکہ وہ طبیعت ہی ایسی تھی کہ اس میں ہر قسم کی خوبیاں فطرۃ علی وجہ کمال موجود تھیں۔ حضور کا طرز عمل ایسا منصفانہ اور مشفقانہ رہا کہ کبھی کسی قسم کی شکایت پیدا نہیں ہوئی حالانکہ دنیوی عیش وآرام کچھ نہ تھا تنگ دستی کی حالت میں ذرا ذرا سی بات پر لڑائی جھگڑے ہوتے مگر وہاں تو اللہ کی طرف سے اعلان ہو چکا تھا۔

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝٢٨ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝٢٩ (۲۸)

اے نبی! اپنی بیویوں سے کہو کہ: اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ، میں تمہیں کچھ تحفے دے کر خوبصورتی کے ساتھ رخصت کر دوں۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور عالم آخرت کی طلبگار ہو تو یقین جانو اللہ نے تم میں سے نیک خواتین کے لیے شاندار انعام تیار کر رکھا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچوں سے بڑی محبت تھی چنانچہ بسا اوقات آپ اپنی نواسی امامہ بنت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو گود میں لے کر یا کاندھے پر بٹھا کر نماز پڑھتے تھے جب رکوع میں جاتے تو ایک طرف بٹھا دیتے اور جب قیام فرماتے تو پھر اسے اٹھا لیتے۔

نماز میں اتنی محبت کا اظہار آپؐ کی طبعیت کی بے انتہا مشقت اور رفاقت کی دلیل ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس بچی کہ رونے اور مچلنے کے خیال سے نماز تک میں اس کا بہلانا جائز ہے شاید اس میں یہ مصلحت مدنظر ہو کہ اس زمانے میں چونکہ لڑکیاں بڑی حقارت اور ذلت کی نظر سے دیکھی جاتی تھی اور شرفاء عرب ان کو باعث عار سمجھتے تھے تو آنجناب اس الفت و شفقت کو دکھا کر چاہتے تھے کہ وہ باطل خیال مٹ جائے اور بلا وجہ لڑکیوں کی حق تلفی نہ ہو

نبی کریم ﷺ بحیثیت معلم اخلاق:

معاشرے کا ہر فرد جب تک اپنے فرائض ذمہ داری سے ادا نہیں کرے گا جب تک اسے اپنے حقوق کی بازیابی کا یقین نہ ہوگا اس وقت تک صحت مند معاشرہ وجود میں نہیں آسکتا اس لیے حقوق و فرائض میں اعتدال اور توازن رکھنا اہم اور بنیادی ضرورت ہے۔ اسلام نے حقوق و فرائض میں توازن برقرار رکھنے کے لیے اور معاشرہ کو ہر قسم کی بے راہ روی سے بچانے کے لیے اخلاقی تربیت پر زور دیا اور اس تربیت کے لیے پہلے خلق کی ضرورت ہوتی ہے اور جس کی تشریح امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ یہ کی ہے:

> یعنی خلق نفس کی اس راسخ کیفیت کا نام ہے جس کے باعث اعمال بڑی سہولت اور آسانی سے صادر ہوتے ہیں اور ان کے کرنے کے لیے سوچ بچار کے تکلف کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

اخلاق کا دائرہ بہت وسیع ہے ارشاد نبوی ﷺ ہے:

> بیوہ اور غریب کے لیے دوڑ و دھوپ کرنے والا خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے اور اس عابد کی مانند ہے جو دن بھر روزہ رکھتا ہے اور رات بھر نماز پڑھتا ہے

انسانی معاشرہ کا فرد ہوتے ہوئے معاشرہ کے دوسرے افراد کے جو حقوق انسان پر واجب ہیں ان کو حسن وخوبی سے انجام دینا حسن خلق ہے ماں باپ بیوی بچے پڑوسی اور یتیم بیوہ سائل بیمار مسافر مجاہد سب کے ساتھ مروت اور احسان کرنے کی تعلیم دی گئی اور یہ تعلیم اتنی جامع اور ہمہ گیر ہے کہ انسان تو انسان حیوانات اور نباتات بھی شامل ہیں حدیث شریف میں ایک فاحشہ کا تذکرہ ہے جس کے عمر بھر کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نے اس لیے معاف فرمایا کہ اس نے پیاس سے تڑپتے ہوئے ایک کتے کو پانی پلایا تھا۔

بے شک معلم اخلاق کی تعلیمات ہمہ گیر اور عالمگیر ہیں اور اس کا اسلوب بیان دلنشین

اور لذیذ ہے لیکن معلم کریم کی شخصیت میں جو دلربائیاں اور رعنائیاں ہیں وہ قلب ونظر کو مسحور کررہی ہیں۔ جنگ ایک معاشرتی حقیقت ہے اور خون کا بہنا اور تباہی و بربادی کے واقعات کا رونما ہونا فطرت جنگ کا خاصہ ہے جس سے فرار ممکن نہیں مگر یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جہاں کہیں ملت اسلامیہ کے افراد کو جنگ میں شرکت کرنا پڑی انھوں نے جنگ کی تمام فطری تباہیوں کے باوصف ظلم، تشدد اور بے جا خون آشامی سے احتراز برتا جب دور فاروق اعظم میں بیت المقدس مسلمانوں نے فتح کیا تو ایک شہری کا بال بیکا نہ ہوا اور نہ کسی کے مال اور عزت کو آنچ آئی اور یہ حقیقت ہے۔

اسلام سے پہلے دنیا بھر میں لڑائیوں کے دوران عجیب عجیب ظلم وستم روا رکھے جاتے تھے لیکن اسلام نے ان سب کی اصلاح کی۔ عورتوں، بوڑھوں اور بچوں کے قتل سے منع کیا۔ ایفائے عہد کی تعلیم دی۔ قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا۔ صلح حدیبیہ کی نظیر تلاش کرنی بے سود ہے بدر اور حنین کے قیدیوں کے ساتھ جو برتاؤ کیا اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ اسلام نے مال غنیمت کی محبت دل سے نکال دی۔ انتقام اور دیت کے غلط اور وحشیانہ طریقوں کو دور کیا۔ مساوات کا قانون نافذ اور جاری کر کے دکھایا۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ لَا تكلف الا نفسك وحرض المومنين

ترجمہ: پس تو لڑ اللہ کی راہ میں تو صرف اپنے لیے ذمہ دار ہے اور مسلمانوں کو (صرف) ترغیب دے (فی سبیل اللہ جنگ کی)

اسلامی معاشرے میں مساوات اور عدل و انصاف کی اہمیت:

اسلام میں عدل و انصاف کی بڑی تاکید ہے، تعصب و تنگ نظری کی کوئی گنجائش نہیں۔ دوست دشمن میں تمیز نہیں۔ اپنے پرائے میں امتیاز نہیں۔ جس کی وضاحت قرآن پاک کی آیت مبارکہ میں بیان فرمائی۔

يا ايها الذين آمنوا كونو قوامين لله شهداء بالقسط

اے ایمان والو۔ کھڑے ہوجایا کرو اللہ کے واسطے گواہی دینے انصاف کی۔

خلافت ارضی کے سلسلے میں بھی فوقیت اور برتری نیکوکار کو دی گئی یہاں بات ایمان و ایقان اور عمل صالح معیار قرار پائے ہیں کہ جو ان جوہروں سے خالی ہوگا وہ منصف نہیں ہوسکتا جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وعد الله الذین امنو امنکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان نیکوکار سے وعدہ کیا ہے کہ وہ زمین ان کو خلافت سے نوازیں گے۔

انصاف کے تخت پر بیٹھنے کے بعد کبھی معاملہ بڑا سنگین سامنے آتا ہے اور احترام و اکرام، محبت و شفقت اور خونی رشتے ارادوں میں کمزوری پیدا کردیتے ہیں اور منصف کا قلم فرد انصاف مرتب کرنے میں کپکپانے لگتا ہے ایسے وقت کے لیے قرآن میں خصوصی تاکید فرمائی گئی۔

یا ایہا الذین امنوا کونو اقوامین بالقسط شھداء للہ ولو علی انفسکم اوالوالدین والاقربین

اے مومنو! اللہ کے واسطے انصاف کیا کرو اور اس پر قائم رہو گو تمہارا تمہارے والدین یا تمہارے رشتے داروں کا نقصان ہو۔

آنحضرتؐ نے فرمایا جو اپنے فرائض میں خیانت کرے گا اس پر جنت کی بو حرام ہوگی اور وہ رب العزت کے یہاں ملعون قرار پائے گا۔ اس وجہ سے حکم ہے کہ ذمہ داری کا عہدہ بہترین افراد کے سپرد کیا جائے جن کے دلوں میں خدا کا خوف ہو حکمراں کا فرض ہے کہ وہ اپنے فرائض حسن و خوبی کے ساتھ انجام دے۔ پبلک کے ساتھ نرمی اور شفقت کا برتاؤ کرے۔

رسول اللہ کی دعا ہے کہ: اے اللہ جو ذمہ دار حکومت پبلک اور رعایا پر سختی کرے تو بھی اس کے ساتھ سختی سے پیش آ اور جو نرمی کا معاملہ کرے تو بھی اس پر نرمی فرما اور آخر میں اس بات پر اختتام کرنا چاہوں گی کہ خواہش ہے کہ اس جگہ کو دیکھوں اس جگہ آنکھیں بچھاؤں جہاں رسول نے قدم رکھا اس جگہ سجدہ کروں جہاں حضور نے سجدہ کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سرکار دو جہاں کے طفیل اس دنیاوی اور دینوی زندگی کی کامیابیوں اور کامرانیوں سے ہمکنار کرے اور روز محشر سرکار کا دیدار نصیب فرمائے اور ہمیں دنیا کی تمام برائیوں سے دور کرے اور ہمارے دلوں کو سرکار کی محبت سے ہمکنار کرے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان تمام باتوں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

میں تو کچھ اور ہوگیا جب سے تیری محفل میں باریابی ہے
آدمی کام کا نہیں رہتا عشق میں یہ بڑی خرابی ہے

حواشی وحوالہ جات:

۱۔ القرآن سورہ نساء، آیت ۱

۲۔ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پارہ ۲۶، سورۃ الحجرات، آیت ۱۳، ص ۹۳۰

۳۔ تفسیر ماجدی، عبد الماجد دریا آبادی، حاشیہ نمبر ۲۲ من تحت: آیت یا ایھا الناس ـــ الخ، پارہ ۲۶، سورۃ الحجرات، آیت ۱۳، ص ۱۰۲۳

۴۔ القرآن، سورہ روم، آیت ۲۱

۵۔ تفہیم القرآن، جلد پنجم، سورۃ الحجرات، پارہ ۲۶، آیت ۲، ص ۹۷، ۹۶ حاشیہ نمبر ۲۸

۶۔ کتب مسدس حالی، مولانا الطاف حسین حالی، تاریخ شائع ۱۸۸۹ء

۷۔ کتب مسدس حالی، مولانا الطاف حسین حالی، تاریخ شائع ۱۸۸۹ء

۸۔ سورۃ نساء، آیت ۱۹۔

۹۔ سورۃ انعام، آیت ۱۴۰۔

۱۰۔ سورہ بقرا، آیت ۱۹۹۔

۱۱۔ سورۃ آلِ عمران، آیت ۱۰۳۔

۱۲۔ سورۃ کہف، آیت ۹۔

۱۳۔ سورۃ کہف، آیت ۹۔

۱۴۔ Shipley Joseph, T. Dicti onary of word orgins, philosophical lib, New York, 1945,P. 334

۱۵۔ william little, H.W fowler, J. Coulson),edd(The Shorter Oxford English Dictionary, The clarendon Press, London, 1965,P. 2005.

۱۶۔ Shipley Joseph, T. Dictionary of word orgins,

philosophical lib, New York, 1945,P. 334

۱۷۔ william little, H.W fowler, J. Coulson),edd(The Shorter Oxford English Dictionary, The clarendon Press, London, 1965,P. 2005.

۱۸۔ بلنچلی۔ جے۔ کے۔ نظریہ سلطنت۔ ترجمہ قاضی تلمذ حسین۔ جامعۃ عثمانیہ دکن۔ ۱۹۲۸ء۔ ص ۲۲

۱۹۔ Barker, Sir Earnest, Greek Political Theory, University paper backs, Methuen, London, 1960,P.22

۲۰۔ Shipley Joseph, T. Dicti onary of word orgins, philosophical lib, New York, 1945,P. 334

۲۱۔ william little, H.W fowler, J. Coulson),edd(The Shorter Oxford English Dictionary, The clarendon Press, London, 1965,P. 2005.

۲۲۔ بلنچلی۔ جے۔ کے۔ نظریہ سلطنت۔ ترجمہ قاضی تلمذ حسین۔ جامعہ عثمانیہ دکن۔ ۱۹۲۸ء۔ ص ۲۲

۲۳۔ Gilchrist R.N. Principles of Political Science, Orient Longmans, Madras, 1955.P.21

۲۴۔ سورۃ کہف، آیت ۴۶

۲۵۔ سورۃ روم، آیت ۴۶

۲۶۔ صیح بخاری، ص ۵۸۔

۲۷۔ بخاری و ترمزی، ص ۵۷۔

۲۸۔ القرآن، سورۃ احزاب، آیت ۲۸۔ ۲۹